بین المذاہب تعلقات کا قرآنی تصور

The Qur'anic Concept of Interfaith Relations

Hafiz Muhammad Waseem Abbas

Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala, Pakistan

Abstract

We find four basic dimensions of relations of interfaith religions with the study of Quran and Hadith, one of these four dimensions is Mawalaat to have love by heart which is prohibited and abstained with some people in specific circumstances while otherwise allowed in normal conditions. Second dimension is Madaraat apparently good and soft behavior and attitude which is allowed to avoid hardships, to convince people on religion of Islam and for serving guests but strictly prohibited for self-interests and greediness. Third dimension is Mawasaat to have sympathy and to observe pity with other which is not only allowed but highly admirable act, such type of act with other religions in not bad in the eye of Islam but if there is an apprehension of loss which may occur to Muslims and Islam then in such a situation it is strictly not allowed. Fourth dimension is Muamlaat to have relations with others whether in shape of trade, other matters of exchanging goods and in other worldly matters but if it causes degradation to the Muslims and promoting unbelievers then it is strictly not allowed.

***Keywords**:* interfaith relationship, interfaith dialogue, mawalaat, madaraat, mawasaat, muamlaat

۱. ابتدائیہ

اسلام کی نظر میں انسان ایک قابل تکریم اور محترم مخلوق ہے۔ جس کو اشرف المخلوق کے لقب سے نوازا گیا۔ قرآن مجید نے تمام انسانوں کو ایک عالمگیر انسانی اخوت میں شمار کرتا ہے۔ اس عالمگیر انسانی اخوت کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام انسانوں کے مابین ایک وسیع تر انسانی اخوت کا احساس پیدا ہو جائے ۔ اسلام نے انسان کو اکرام و محبت اور ہمدردی کا مستحق ٹھہرایا ہے، تاکہ مختلف قوم و نسل کے لوگوں میں اپنائیت کے رشتے کو فروغ دیا جا سکے۔ تاہم بعض خاص مواقع پر اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ تعلقات قائم میں ایک حد فاصل قائم رکھنے پر زور دیتا ہے تاکہ دینِ اسلام کی حقانیت، جامعیت اور عالمگیریت دیگر مذاہب کے ساتھ مل کر اپنی شناخت اور امتیاز نہ کھو بیٹھے۔ ذیل کی تحقیق قرآنی آیات کی تفسیر و توضیح کے ذریعے ایسے آداب دریافت کرنے کی ایک سعی ہے۔

۲. دیگر مذاہب سے تعلقات کی جہات

قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری انسانیت دو گروہوں میں تقسیم ہے، ایک طبقہ انسانیت جو اللہ رب العزت کے عطا کردہ نظریہ حیات کو اپنا کر مسلم و مومن ہو جائے اور دوسرے وہ جو طغیٰ اور ناشکری اختیار کر کے باغی اور کافر قرار پاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں واضح طور پر موجود ہے کہ: اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا(۱) ہم نے اسے راستہ دکھایا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔ ☆ علامہ قرطبیؒ اس آیت کی

[۱] الانسان، ۷۶:۳۔

وضاحت میں لکھتے ہیں کہ: **أي بينا له وعرفناه طريق الهدى والضلال، والخير والشر ببعث الرسل، فآمن أو كفر**(۲) یعنی ہم نے اس کے لیے واضح کیا اور ہم نے رسول مبعوث کر کے اس کو ہدایت و گمراہی اور خیر و شر کے راستوں کی پہچان کرائی، پس وہ ایمان لایا اور کفر کیا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ یہی مضمون سورۃ البلد میں یوں مذکور ہے کہ: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ(۳) اور دونوں نمایاں راستے (اسے) نہیں دکھادیے؟

قاضی ثناءاللہ پانی پتی لفظِ النجدین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: **وقال اكثر المفسرين طريقى الخير والشر والحق والباطل والهدى والضلال يعنى أظهرنا له الخير من الشر بايجاد العقل فيه وإرسال الرسل فمن ضل واختار طريق الشر بعد ذلك فلا عذر له**(۴) اکثر اہل تفسیر کا قول ہے کہ النجدین سے مراد ہیں خیر و شر۔ حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کے راستے۔ مطلب یہ ہے کہ عقل دے کر اور پیغمبروں کو بھیج کر ہم نے اچھائی ، برائی واضح کر دی۔ اب جو شر کا راستہ اختیار کرے گا اور گمراہ ہو گا اس کا کوئی عذر (قیامت کے دن) قبول نہ ہو گا۔ ☆اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کے راستے کی پہچان انسان کی فطرت میں رکھ دی ہے: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا(۵) پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔

علامہ نسفی انسانی فطرت میں ودیعت نورِ بصیرت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ: **فأعلمها طاعتها ومعصيتها أى أفهمها أن أحدهما حسن والآخر قبيح**(۶) پس اس کو طاعت و معصیت بتلادی۔ یعنی سمجھادی کہ ان میں سے ایک حسن اور دوسری قبیح ہے۔ اللہ رب العالمین کی عطا کردہ نعمتوں سے کفر کا رویہ اختیار کرنے والوں میں وہ طبقات بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کی پیروی کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے لیے وضعی طریق زندگی اور مذاہب تشکیل دیتے ہیں، جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے کہ: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (۷) ابتداء میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے۔ پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کج روی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے، اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہو گئے تھے، ان کا فیصلہ کرے۔

اس آیت کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ: دنیا میں انسان کی زندگی کا آغاز پوری روشنی میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس انسان کو پیدا کیا تھا اس کو یہ بھی بتادیا تھا کہ حقیقت کیا ہے اور تیرے لیے صحیح راستہ کون سا ہے۔ اس کے بعد ایک مدت تک نسل آدم راہ راست پر قائم رہی اور ایک امت بنی رہی۔ پھر لوگوں نے نئے نئے راستے نکالے اور مختلف طریقے ایجاد کر لیے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو حقیقت نہیں بتائی گئی تھی، بلکہ اس وجہ سے کہ حق کو جاننے کے باوجود بعض لوگ اپنے جائز حق سے بڑھ کر امتیازات، فوائد اور منافع حاصل کرنا چاہتے تھے اور آپس میں

---

۲ القرطبی، محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن** (القاہرۃ: دار الکتب المصریہ، ۱۹۶۴ء)، ۱۹: ۱۲۲۔

۳ البلد، ۹۰: ۱۰۔

۴ پانی پتی، محمد ثناءاللہ، **التفسیر المظہری** (الباکستان: مکتبۃ الرشدیہ، ۱۹۹۲ء)، ۱۰: ۲۶۶

۵ الشمس، ۹۱: ۸۔

۶ النسفی، عبداللہ بن احمد، **مدارک التنزیل وحقائق التاویل** (بیروت: دار الکلم الطیب، ۱۹۹۸ء)، ۳: ۶۴۸۔

۷ البقرہ، ۲: ۲۱۳۔

ایک دوسرے پر ظلم، سرکشی اور زیادتی کرنے کے خواہشمند تھے۔ اسی خرابی کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو مبعوث کرنا شروع کیا۔ یہ انبیاء علیہم السلام اس لیے نہیں بھیجے گئے تھے کہ ہر ایک اپنے نام سے ایک نئے مذہب کی بناڈالے اور اپنی ایک نئی امت بنالے۔ بلکہ ان کے بھیجے جانے کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے سامنے اس کھوئی ہوئی راہ حق کو واضح کرکے انہیں پھر سے ایک امت بنادیں۔(۸)

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ پوری انسانیت دو گروہوں میں منقسم ہے، ایک وہ گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ تصورِ حیات کے مطابق اپنے شب و روز گزارتا ہے اور دوسرا وہ گروہ ہے جو اپنی عقل اور تجربے کو بروئے کار لاتے ہوئے زندگی گزارنے کے اصول و نظریات طے کرتے ہوئے رضائے الٰہی کو مد نظر نہیں رکھتا، جس بنیاد پر وہ باغی و سرکشوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ لہذا اسلام ایسے سرکشوں اور باغیوں سے ایک حدِ فاصل قائم رکھنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ایک مسلم اور ناشکرے میں فرق نمایاں ہو سکے۔

مولانا اشرف علی تھانوی(۱۹۴۳-۱۸۶۳ء) دیگر مذاہب کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

> کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں۔ موالات یعنی دوستی، مدارات یعنی ظاہری خوش خلقی، مواسات یعنی احسان و نفع رسانی، موالات تو کسی حال میں جائز نہیں، اور مدرات تین حالتوں میں درست ہے۔ ایک دفع ضرر کے واسطے، دوسرے اس کافر کی مصلحت دینی یعنی توقع ہدایت کے واسطے، تیسرے اکرام ضیف کے لئے، اور اپنی مصلحت و منفعت مال و جان کے لئے درست نہیں، اور مواسات کا حکم یہ ہے کہ اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے، اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز۔(۹)

چنانچہ مفتی محمد شفیع(۱۹۷۶-۱۸۹۷ء) دیگر مذاہب کے ساتھ چوتھا تعلق معاملات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ : یہ تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کا تعامل اس پر شاہد ہے۔ فقہاء نے اسی بناء پر کفار اہل حرب کے ساتھ اسلحہ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ باقی تجارت وغیرہ کی اجازت دی ہے اور ان کو اپنا ملازم رکھنا یا خود ان کے کارخانوں اور اداروں میں ملازم ہو نا سب جائز ہے۔(۱۰) مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ دیگر مذاہب کے ساتھ تعلقات کے بنیادی چار جہات سامنے آتی ہیں۔ جن میں موالاتی، مداراتی، مواساتی اور معاملاتی پہلو شامل ہے۔ جن کے دائرے میں رہ کر ایک مسلمان دیگر مذاہب کے ساتھ تعلقات کو استوار کیا جا سکتا ہے۔

۲.۱. مداراتی تعلق

بین المذاہب کے ساتھ تعلقات کی ایک جہت مدارات یعنی ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کا اختیار کرنا۔ تاہم دیگر مذاہب کے ساتھ مدارات کا تعلق بھی بعض حالات میں ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔ جس کی اجازت مفسرین کی آراء سے واضح طور پر ملتی ہے۔ چنانچہ دیگر مذاہب کے ساتھ مدارات کے تعلق کی پہلی صورت یہ ہے کہ جب ضرر رسائی سے اپنی جان یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

---

۸ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، **تفہیم القرآن** (لاہور: ترجمان القرآن، ۱۹۹۹ء)، ۱:۱۶۲۔

۹ تھانوی، مولانا اشرف علی، **بیان القرآن** (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن)، ۱:۲۲۶۔

۱۰ مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن** (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۹ء)، ۲:۵۱۔

کہ :لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (۱۱) مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہر گز نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ۔ مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ ☆امام ابو بکر الجصاص (۹۸۰-۹۱۷ء) اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں کہ : **ان تخافوا تلف النفس وبعض الاعضاء فتتقوہم باظہارالوالاۃ من غیر اعتقادلھا** (۱۲) اگر تمہیں اپنی جان یا کسی بعض حصے کے تلف ہونے کا خوف ہو تو تم ایسی محبت جس کا دل اعتقاد نہ ہو، اس کے اظہار کے ساتھ بچو۔

مزید وضاحت علامہ ابن کثیر (۱۳۷۲-۱۳۰۱) کی اس عبارت سے ملتی ہے :

الا من خاف فی بعض البلدان و الوقات من شرہم، فله ن یتقیہم بظاہرہ، لا بباطنه ونیته، ما قال البخاری عن بی الدردا: نه قال: نا لنشر فی وجوہ قوام وقلوبنا تلعنہم وقال الثوری: قال ابن عباس: لیس التقی بالعمل، انما التقی باللسان۔۔۔ قال الحسن: التقی الی یوم القیامة (۱۳)

البتہ ان لوگوں کو رخصت دے دی گئی جو کسی شہر میں کسی وقت ان کی بدی اور برائی سے ڈر کر دفع الوقتی کے لئے بظاہر کچھ میل ملاپ ظاہر کریں لیکن دل میں ان کی طرف رغبت اور ان سے حقیقی محبت نہ ہو، جیسے صحیح بخاری میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ہم بعض قوموں سے کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں لیکن ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے اظہار کرے لیکن عمل میں ان کا ساتھ کسی وقت میں بھی ہر گز نہ دے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔

اس گفتگو سے واضح ہوا کہ اہل اسلام دیگر مذاہب کیساتھ اس وقت مدارات یعنی ظاہری خوش خلقی کا رویہ اپنا سکتے ہیں جب انہیں اپنی جان، مال یا عزت و آبرو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو۔ باقی حالات میں ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے جو ایک مسلمان کی شایانِ شان ہو۔ دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ مدارات کے تعلق کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب غیر مسلموں کو دعوتِ دین دینا مقصود ہو۔ دعوت دین امتِ مسلمہ کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے اپنے اور اپنے امتی کے کی اس ذمہ داری کا حکم درج ذیل آیت میں دیا: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ، عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۴) تم ان سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ ☆یہی مضمون قرآن مجید نے ایک دوسرے مقام پر بیان کیا: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

---

۱۱ آل عمران، ۳:۲۸۔

۱۲ الجصاص، احمد بن علی، احکام القرآن (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۱۳ء)، ۲:۱۲۔

۱۳ ابن کثیر، عمر بن اسماعیل، ***القرآن العظیم***، مکتبہ شاملہ، ۳:۲۸۔

۱۴ یوسف، ۱۲:۱۰۸۔

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱۵) تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ امتِ مسلمہ میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے، جو لوگوں تک دعوتِ دین کا پیغام دیتی رہے۔ تاہم قرآن مجید اہل کتاب کو بطورِ خاص اسلام کی دعوت پیش کرتا ہے: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (۱۶) کہو، اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے ۔۔۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو۔ ہم تو مسلم ﴿صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے﴾ ہیں۔ مدارات کے تعلق کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب غیر مسلموں میں سے کسی کی مہمان نوازی مقصود ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے پاس جب بھی کوئی غیر مسلم مکالمہ کرنے یا ملاقات کرنے کے لیے آتا، تو آپ ﷺ اس کو بطورِ مہمان اپنی مسجد میں ٹھہراتے اور اس کے ساتھ مہمانوں جیسا سلوک فرمایا کرتے۔ امام ابوداود (۸۸۸-۸۱۷ء) حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: **ان وفد ثقیف قدموا علی رسول اللہ ﷺ فانزلھم المسجد** (۱۷) جب رسول اللہ ﷺ کے پاس وفدِ ثقیف آیا تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا۔

ایک روایت میں قبیلہ بنی ثقیف کو بطورِ مہمان مسجدِ نبوی ﷺ میں ٹھہرانے کا تذکرہ ملتا ہے: **انزل النبی ﷺ وفد ثقیف فی المسجد وبنیٰ لھم فیہ الخیام ئرون الناس حین یصلون ویسمعون القرآن** (۱۸) نبی کریم ﷺ نے وفد ثقیف کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا، اور وہاں ان کے لئے خیمے نصب کرائے، وہاں وہ صحابہ کرام کو نماز پڑھتے دیکھتے اور تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے سنتے۔

علامہ ابن قیم (۱۳۵۰-۱۲۹۲ء) مسجدِ نبوی میں بطورِ مہمان وفدِ نجران کے قیام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: **وقد مکن النبی ﷺ وفد نصاریٰ نجران من صلاتھم فی مسجدہٖ الی قبلتہم** (۱۹) نبی کریم ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کے وفد کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا اور انہیں اپنے قبلہ رخ ہو کر عبادت کرنے کی اجازت بھی عطا کی۔ مشرکین مکہ نے جب قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف قبیلہ بنو بکر کی مدد کی تو اس کے نتیجے میں مسلمانوں اور مشرکین کے مابین قائم حدیبیہ کا معاہدہ امن ٹوٹ گیا۔ اس معاہدہ امن کی تجدید کے سلسلے میں حضرت ابو سفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے۔

---

۱۵ آل عمران، ۳: ۱۰۴۔
۱۶ آل عمران، ۳: ۶۴۔
۱۷ ابوداؤد، **سنن ابوداؤد** (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س-ن)، ۳: ۱۶۳، رقم: ۳۰۲۶۔
۱۸ عبدالرزاق، المصنف، **مکتبہ شاملہ**، ۱: ۴۱۴، رقم: ۱۶۲۲۔
۱۹ ابن القیم، محمد بن ابی بکر، **احکام اہل الذمۃ** (بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۸ھ)، ۲: ۸۲۲۔

علامہ ابن ہشام اس واقعہ سے متعلق لکھتے ہیں کہ :**فقام ابو سفیان فی المسجد فقال: ایها الناس انی قد اجرت بین الناس ثم رکب بعیرہ فانطلق**(۲۰)ابو سفیان مسجد نبوی میں کھڑے ہوئے اور کہا : اے لوگو! (یہاں) تم لوگوں کے درمیان (آنے اور گفتگو کرنے کے لئے) مجھے پناہ دی گئی ہے۔ پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور چل دیئے۔

علامہ ابن قیم (۱۳۵۰-۱۲۹۲ء) مسجدِ نبوی میں غیر مسلمانوں کے بطورِ مہمان داخل ہونے کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ :

واما دخول الکفار مسجد النبیﷺ فکان ذالک لما کان بالمسلمین حاجة الیٰ ذالک، ولانهم کانوا یخاطبون النبی ﷺ فی عهودہم ویوَدون الیه الرسائل، ویحملون منه الاجوبة ویسمعون منه الدعوة ولم یکن النبی ﷺ لیخرج من المسجد لکل من قصده من الکفار فکانت المصلحة فی دخولهم(۲۱)

اور بہر حال (یہ بات کہ) کفار کے مسجدِ نبوی میں کیوں داخل ہوئے۔ تو ایسا اکثر ہوتا تھا کیونکہ یہ مسلمانوں کی ضرورت تھی، اس کی وجہ تھی کہ چونکہ اکثر معاہدات میں کفار کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے کی نوبت آتی رہتی تھی، وہ اپنے پیغامات بھی حضور ﷺ کو پہنچانے (مدینہ منورہ) آتے۔ آپ ﷺ سے ان کے جوابات بھی حاصل کرتے اور حضور ﷺ سے (اس بہانے) انہیں دعوتِ دین کا موقع بھی ملتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ حضور ﷺ کفار میں سے ہر ایک شخص کے لئے مسجد سے باہر تشریف لے آتے بلکہ ان کفار کو مسجد میں داخل ہونے میں یہ خصوصی مصلحت کار فرما ہوتی۔

علامہ عبد الماجد دریاآبادی (۱۹۷۷-۱۸۹۲ء) دیگر مذاہب کے ساتھ مدارات کے پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ : مدارات تین حالتوں میں درست ہے۔ ایک اپنے رفع ضرر کے لئے، دوسرے خود اس کافر کی مصلحت دینی ہو۔ یعنی توقع ہدایت کے موقع پر، تیسرے اکرام ضیف کے طور پر یعنی کافر جب مہمان ہو۔ بس ان تینوں صورتوں کے سوا اپنے نفع یا حصول مال و جاہ کے لئے مدارات درست نہیں بلکہ جب اس سے ضرر دین کا اندیشہ ہو تو یہ اختلاط بدرجہ اولی حرام ہو گا۔ (۲۲)

لہٰذا ان دلائل کے تحت غیر مسلموں کے ساتھ مدارات کا تعلق استوار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ان کے ساتھ یہ تعلق اپنے جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے ہو گا یا پھر ان تک دینِ اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے یا پھر کسی موقع پر ان کی مہمان نوازی کرنا ہو تو ان تینوں حالتوں میں ان کے ساتھ مداراتی رویہ اور تعلق قائم کیا جا سکتا ہے۔

۲.۲. مواساتی تعلق

دیگر مذاہب کے ساتھ تعلق کی ایک جہت مواسات یعنی احسان و ہمدردی کا ہو سکتا ہے۔ حالتِ جنگ میں ان کے ساتھ مواسات کا رویہ جائز نہیں، اس کے علاوہ ہر موقع پر یہ تعلق جائز ہی نہیں بلکہ مطلوب اور مستحسن بھی۔ خود نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی اور احسان کا معاملہ فرمایا ہے۔ پر امن غیر مسلم کو بنیادی حقوق کی فراہمی دیگر مذاہب کے ساتھ احسان و ہمدردی کا ایک پہلو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دیگر مذاہب

۲۰ ابن ہشام، السیرۃ النبوۃ، **مکتبہ شاملہ**، ۴۹۔

۲۱ ابن القیم، **احکام اہل الذمۃ**، ۱: ۴۰۷۔

۲۲ دریاآبادی، عبد الماجد، تفسیر ماجدی (لاہور: پاک کمپنی، ۱۹۴۴ء)، ۱۶۰۔

کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کرتا ہے۔ایک وہ جو اسلام کے ساتھ دشمنی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔اور دوسرے وہ جو اسلام کی تعلیمات کو قبول کیے بغیر اپنے مذہب کے مطابق اپنی زندگی پر امن طریقے سے گزارنے کو پسند کرتے۔ایسے غیر مسلموں کے لیے قرآن مجید میں ہے کہ :لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ(۲۳)اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں ان لوگوں سے بھلائی کی جاسکتی ہے جو ہمارے ساتھ جنگ نہیں کرتے اور نہ ہی ہمیں گھروں سے نکالتے ہیں یعنی فتنہ فساد نہیں کرتے۔یہ بھلائی مالی حوالے سے تعاون کرنا بھی ہوسکتی ہے اور دیگر معاملات میں مدد کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے۔اسلام مسلمانوں کو کسی غیر مسلم سے سماجی تعلقات رکھنے اور ان کے ساتھ لین دین سے نہیں روکتا۔بلکہ اسلام انسانیت کے احترام کا درس دیتا ہے اور بحیثیت انسان ہر فرد بنیادی حقوق کا حقدار اور مستحق ہے، چاہے وہ جس مذہب، رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ :وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَـيْـــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَـنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا(۲۴)اور تم سب اللہ کی بندگی کرو،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ،ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو،قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ،اور پڑوسی رشتہ دار سے،اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے،اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں،احسان کا معاملہ رکھو،یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

علامہ قرطبیؒ(۱۲۱۴-۱۲۷۴ء)اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ :

قال العلماء:الاحاديث الواردة فى اكرام الجار جاء ت مطلقة غير مقيدة حتى الكافر(۲۵)

علمائے کرام نے کہا ہے کہ پڑوسی کے حقوق کے سلسلے میں جو احادیث آئی ہیں،وہ مطلق ہیں۔ان میں کوئی قید نہیں، یہاں تک کافر کی بھی قید نہیں ہے۔

دیگر مذاہب کے ساتھ احسان وہمدردی کا ایک پہلو غیر مسلم کی عیادت کرنا بھی ہے۔اسلام انسانیت کی بناء پر مسلمانوں کو کسی غیر مسلم سے خوشی و غمی کے اظہار کے لیے مذہب یا رنگ و نسل کی کوئی تفریق نہیں کرتا ہے۔امام بخاری(۸۱۱-۸۷۰ء)حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے لکھتے ہیں کہ :**كان غلام يهودى يخدم النبى ﷺ فمرض فاتاه النبى ﷺ يعوده فقعد عند رأسه فقال له: اسلم فنظر الى ابيه وہو عند ہ، فقال له اطع ابا القسم ﷺ فاسلم فخرج النبى ﷺ وہو يقول:الحمد لله الذى انقذه من النار**(۲۶)ایک

۲۳ الممتحنہ، ۸:۶۰۔

۲۴ النسآء، ۳۶:۴۔

۲۵ القرطبیؒ، **الجامع لاحکام القرآن**، ۵: ۱۸۴۔

۲۶ البخاری،ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (مصر: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم: ۱۲۹۰۔

یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر اس سے فرمایا: اسلام قبول کر لو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس کے باپ نے کہا کہ ابوالقاسم کا حکم مان لو۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا، تو نبی کریم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر نکلے کہ تمام حمد اس ذات کے لئے جس نے اس (یہودی لڑکے) کو میرے وسیلے سے جہنم کی آگ سے بچالیا۔ غیر مسلم کے ساتھ تالیفِ قلبی کا جذبہ اختیار کرنا بھی احسان و ہمدردی کا ایک پہلو ہے۔

اس سلسلے میں اسلام انسانی ہمدردی کی بناء پر غیر مسلم کے جنازے میں شامل ہونے کی اجازت بھی دیتا ہے۔ امام دارِ قطنی (۹۹۵-۹۱۸ء) روایت کرتے ہیں کہ :**عن عبد الله بن كعب بن مالك عن ابيه قال: جاء قيس بن شماس الى النبى ﷺ ، فقال:ان امه توفيت وہى نصرانية ، وہويحب ان يحضرہا،فقال له النبى ﷺ:اركب دابتك وسر امامها** (۲۷) حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: قیس بن شماس نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: میری ماں عیسائی (مذہب پر) تھی، اور وہ فوت ہو گئی ہے۔ قیس بن شماس کی خواہش ہے کہ وہ اپنی والدہ کے جنازے میں شریک ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ اور اس کے آگے آگے چلتے رہو۔

علامہ ابن قیم (۱۳۵۰-۱۲۹۲ء) اس سے متعلق صحابی کا قول نقل کرتے ہیں کہ :**عن سعيد بن جبير قال:سألت ابن عباس عن رجل مات ابوه نصرانياً ،قال:يشہده ويدفنه** (۲۸) سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس کا والد نصرانی فوت ہی فوت ہو گیا ہو۔ آپ نے کہا: وہ اس کے جنازے میں شریک ہو اور اسے دفنانے میں بھی حصہ لے۔ غیر مسلم شہریوں کے جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا بھی احسان و ہمدردی کا ایک پہلو ہے۔ نبی کریم ﷺ نے معاہدہ نجران میں مذہبی تحفظ اور آزادی سے متعلق جملہ حقوق کی حفاظت کو ملحوظ رکھا گیا۔

جیسا کہ علامہ ابن سعد (۸۴۵-۸۴۷ء) لکھتے ہیں کہ :

ولنجران وحاشيتهاذمة الله وذمة محمد النبى رسول الله على دماء ہم وانفسہم وملتهم و ارضهم واموالهم وملتهم ورہبانيتهم واساقفتهم وغائبهم وشاہدهم وغيرهم وبعثهم وامثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ،ولا يغير حق من حقوقهم وامثلتہم ، لا يفتن اسقف من اسقفتهم،ولا راہب من رہبانيته ولا واقف من وقافيته على ماتحت ايديهم من قليل اوكثيروليس عليهم رهق (۲۹)

اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول محمد ﷺ اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لئے ان کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان مویشیوں اور قافلوں اور ان کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں

۲۷ دار قطنی، علی بن عمر، السنن، **مکتبہ شاملہ**، رقم: ٦۔

۲۸ ابن القیم۔ **احکام اہل الذمۃ**، ۱: ۴۳۷۔

۲۹ ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، ۱: ۸۵۳-۸۸۲۔

کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ اور نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو اس (کے عہدے) سے نہیں ہٹایا جائے گا۔ اور ان کو کوئی خوف و خطرہ نہ ہوگا۔

کمزور غیر مسلم رعایا کو ماہانہ وظیفہ فراہم کرنا بھی احسان و ہمدردی کا ایک پہلو ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ کمزور، معذور اور بوڑھے غیر مسلم کا نہ صرف ٹیکس معاف کر دیا جاتا تھا بلکہ بیت المال میں سے اس کی بنیادی ضروریات کے مطابق ماہانہ وظیفہ بھی ادا کیا جاتا تھا۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام (۸۳۸-۷۷۴ء) اپنی کتاب ''کتاب الاموال'' میں لکھتے ہیں کہ: **ان امیر المؤمنین عمرمر بشیخ من اہل الذمة یسال ابواب الناس فقال: ما انصفناک ان کنا اخذنا منک الجزیة فی شیبتک ، ثم ضیعنا ک فی کبرک، قال:ثم اجریٰ علیه من بیت المال ما یصلحه** (۳۰) امیر المومنین حضرت عمر فاروق غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم سے ٹیکس وصول کیا، پھر تمہارے پاس بڑھاپے میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اس کی ضرورت کے لئے بیت المال سے وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔ اگر ان آیات و احادیث کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مواساتی تعلق اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ بحیثیت انسان ان کے ساتھ سماجی و معاشرت رویہ اپنانے پر کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ کیونکہ جن آیات اور احادیث مبارکہ میں جہاں ایک دوسرے کے ساتھ سماجی و معاشرتی تعلقات قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہاں بالکل بھی یہ فرق نہیں کیا گیا کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کے لیے ہیں۔ تاہم اگر کوئی مسلمان مواساتی تعلق میں اس قدر لچک پیدا کرلے کہ جس کی وجہ سے اسلام اور دیگر مذاہب کے لوگوں میں فرق کرنا مشکل ہو جائے تو اس صورت میں اسلام اپنے ماننے والوں کو اس رویے کی بھی اجازت نہیں دے گا۔

۲.۳. معاملاتی تعلق

بین المذاہب تعلقات کے سلسلے میں ایک پہلو معاملات یعنی باہمی لین دین کا ہو سکتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کرنا ہر مسلمان کے لئے جائز ہے۔ البتہ ایسے معاملات جن سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو یا ان معاملات کی اسلام اجازت نہ دیتا ہو مثلاً شراب، سود، خنزیر کا گوشت وغیرہ تو ایسی صورت میں ان کے ساتھ، تجارت کرنے یا ان معاملات میں حصہ دار بننا ناجائز ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ :لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۳۱) اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

پیر کرم شاہ الازہری (۱۹۹۸-۱۹۱۸ء) اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے آل عمران کی آیت نمبر ۲۸ کے ماتحت لکھتے ہیں کہ: غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ تجارت کرنا یا عام انسانی فلاح و بہبود کے کاموں میں ان کے ساتھ تعاون کرنا، عالمی امن و سلامتی کی بقا کے لئے مل کر کوششیں کرنا یا ایک

---

۳۰ ابو عبید، القاسم بن سلام، **کتاب الاموال**۔ مکتبہ شاملہ، 57۔

۳۱ الممتحنہ، ۶۰:۸۔

مشترکہ دشمن کے مقابلہ کے لئے ان کے ساتھ فوجی پیکٹ کرنا یا عام میل جول اور معاشرت میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور خندہ پیشانی سے پیش آنا قطعاً ممنوع نہیں۔(۳۲) کاروبار، خرید و فروخت، لین دین انسانی زندگی کا لازمی جز ہے۔ یہ چیزیں جس طرح مسلمانوں کے ساتھ درست ہیں، اسی طرح غیر مسلم افراد کے ساتھ بھی جائز ہیں۔ غیر مسلم طبقے سے تجارتی تعلقات شرعی حدود میں رہتے ہوئے کیے جا سکتے ہیں، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: **رهن النبي ﷺ درعا له بالمدينة عند يهودي، وأخذ منه شعيرا لأهله**(۳۳) نبی ﷺ نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ دی تھی اور اس سے اپنے گھر والوں کے لئے جو لئے تھے۔

ابن بطال(۱۰۵۷ء) اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ: **أن متاجرة أهل الكتاب والمشركين جائزة، إلا أن أهل الحرب لا يجوز أن يباع منهم السلاح، ولا كل ما يتقوون به على أهل الإسلام**(۳۴) اہل کتاب اور مشرکین کے ساتھ تجارتی معاملات کرنا جائز ہے، لیکن ایسی کوئی چیز فروخت کرنی جائز نہیں جو اہل حرب مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں اور اس سے مسلمانوں کے خلاف انہیں مدد حاصل ہوتی ہو۔

علامہ بدرالدین عینی(۱۴۵۱-۱۳۶۱ء) اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ۔

جواز بيع السلاح ورهنه وإجارته وغيرذلك من الكافرما لم يكن حربيا(۳۵)

کفار کے ساتھ اسلحہ کی خرید و فروخت اور اس کو گروی رکھنا اور اس کے علاوہ باقی معاملات کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ حربی نہ ہو۔

گویا مسلمان کا کسی کافر یا فاسق کیساتھ مل کر تجارت یا کاروبار کرنے کی بھی اسلام اجازت دیتا ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہود کو کھیتی باڑی کیلئے دی، اور اس پر انہیں پیداوار کا نصف حصہ بھی دیا۔ **أعطى النبي ﷺ خيبر اليهود أن يعملوها ويزرعوها، ولهم شطر ما يخرج منها**(۳۶) نبی کریم ﷺ نے خیبر یہودیوں کو اس شرط پر دیا کہ وہ اس میں محنت اور کاشتکاری کریں اور اس کی پیداوار میں ان کا آدھا حصہ ہوگا۔ یعنی یہ زرعی شراکت نبی کریم ﷺ اور یہود کے درمیان ہوئی تھی کہ یہود زمین پر کھیتی باڑی کرینگے چنانچہ کام یہود کا اور زمین نبی کریم ﷺ کی طرف سے تھی اور حاصل ہونے والی پیداوار دونوں میں برابر تقسیم ہوتی تھی۔

امام بخاری مشرکوں اور اہل حرب سے خرید و فروخت کے بیان میں ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: **عن عبد الرحمن بن أبي بكررضي الله عنهما، قال: كنا مع النبي ﷺ، ثم جاء رجل مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: " بيعا أم عطية؟ - أو قال: - أم هبة "، قال: لا، بل بيع، فاشترى منه شاة**(۳۷) عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما بیان

---

۳۲ الازہری، پیر کرم شاہ، **ضیاء القرآن** (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ۱:۲۱۸-۹۔
۳۳ البخاری، **الجامع الصحیح**، ۳:۵۷، رقم: ۲۰۶۹۔
۳۴ ابن بطال، علی بن خلف، **شرح صحیح بخاری لابن بطال** (الریاض: مکتبۃ الرشد، ۲۰۰۳ء)، ۷:۲۶۔
۳۵ العینی، محمود بن احمد، **عمدۃ القاری** (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء)، ۱۳:۶۸۔
۳۶ البخاری، **الجامع الصحیح**، ۵:۱۴۰۔
۳۷ البخاری، **الجامع الصحیح**، ۳:۸۰۔

کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے، تو ایک مشرک شخص بکریاں ہانکتا ہوا آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (فروخت کیلیے ہیں یا عطیہ دینے کیلیے) یا فرمایا: (یا بطور تحفہ دینے کے لیے) تو اس نے جواب دیا: فروخت کے لیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کے تجارتی معاملات اور محدثین کی آراء کے مطالعہ سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ دیگر مذاہب کے ساتھ معاملات یعنی باہمی لین دین کرنا جائز ہے۔ ایک معاشرے میں رہتے ہوئے ان سے تجارت، لین دین یا دوسرے دنیوی معاملات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ معاملات کفار کے عروج اور مسلمانوں کے زوال کا سبب بنتے ہو یا ان میں کوئی ایسی تجارت ہو جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا تو ایسی صورت میں غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی معاملات طے کرنا، یا ان میں شراکت داری اختیار کرنا بھی جائز نہیں۔

۲.۴ موالاتی تعلق

دیگر مذاہب کے ساتھ تعلق کی جہت موالات یعنی قلبی مودت اور ایمانی اخوت و نصرت ہو سکتا ہے۔ جو کہ چند معرکۃ الآراء مسائل میں سے ایک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک طرف دیگر مذاہب کے ساتھ موالاتی تعلق اختیار کرنے سے روکتا ہے تو دوسری طرف اہل کتاب کے ساتھ نکاح وبعام کی اجازت بھی دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر شدت کے ساتھ دیگر مذاہب کے ساتھ موالات کا رشتہ اختیار کرنے پر ممانعت موجود ہے۔ قرآن میں ہے کہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ(۳۸) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں ہے، یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی راہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ اس آیت میں اہلِ ایمان کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی رکھنے سے روکا گیا۔

جبکہ دوسری جگہ کفار کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھنے کی تلقین ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا(۳۹) اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف صریح حجّت دے دو؟ دوسرے مقام پر ان سے عزت افزائی کی توقع سے متعلق حکم ہے کہ: الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا O بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۴۰) کیا یہ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔ خوشخبری سنا دو منافقوں کو کہ بلاشبہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ علامہ قرطبیؒ (۱۲۷۳-۱۲۱۴ء) اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ:

وفي هذا دليل على أن من عمل معصية من الموحدين ليس بمنافق، لأنه لا يتولى الكفار. وتضمنت المنع من موالاة الكافر، وأن يتخذوا أعوانا على الأعمال المتعلقة بالدين(۴۱)

---

۳۸ المائدہ، ۵: ۵۱۔

۳۹ النسآء، ۴: ۱۴۴۔

۴۰ النسآء، ۴: ۱۳۹۔

۴۱ القرطبیؒ، **الجامع لاحکام القرآن**، ۵: ۴۱۶۔

اس آیت میں دلیل ہے کہ مسلمانوں میں جو معصیت کا ارتکاب کرے وہ منافق نہیں ہے، کیونکہ وہ کفار کو دوست نہیں بناتا۔ اس آیت کے ضمن میں کفار سے دوستی کی ممانعت بھی ہے اور وہ اعمال جو دین سے متعلق ہیں ان پر کافروں سے مدد لینا بھی منع ہے۔ اس آیت کی ضمن میں پیر کرم شاہ الازہری (۱۹۹۸-۱۹۱۸ء) لکھتے ہیں کہ: منافقین کفار کے ساتھ محبت کی پینگیں اس لئے بڑھاتے تھے کہ وہ دیکھتے تھے کہ ان مسلمانوں کے پاس کیا رکھا ہے۔ نہ دولت، نہ شوکت اور ہر لمحہ دشمن کے حملوں کے سیلاب میں بہ جانے کا خدشہ اور کافروں کے پاس دولت و ثروت کے علاوہ قوت و شوکت بھی ہے۔ ان سے روابط پیدا کر کے ہم عزت حاصل کر سکتے ہیں۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ یہ سب تمہاری خام خیالیاں ہیں۔ عزت عطا فرمانے والا اللہ تعالی رب العزت ہے۔ ابھی چند دنوں میں تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس کا آفتاب اقبال دنیا بھر کو منور کرتا ہے اور کن کے قدموں میں دولت لونڈی بن کر حاضر ہوتی ہے۔ (۴۲)

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالی نے کفار کے ساتھ قلبی تعلق قائم کرنے پر منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت دی کیونکہ منافقین غیر مسلموں کے ساتھ عزت کے حصول کے لیے موالات قائم کرتے تاکہ وہ بھی معاشرے کے معزز ترین لوگوں میں شامل ہو جائے۔ تاہم منافقین کے علاوہ اگر مومنین میں سے بھی کوئی فرد اہل ایمان کو چھوڑ کر کفار و مشرکین کو دوست بنالے تو اللہ تعالی کی طرف سے وہ کسی چیز کا حقدار نہیں ہوگا۔ جیسا ایک آیت میں آتا ہے کہ:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (۴۳)

مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ۔ مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

علامہ ابو بکر الجصاص (۹۸۰-۹۱۷ء) دیگر مذاہب کے ساتھ تعلقات کی اس جہت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: **يعني إن تخافوا تلف النفس أو بعض الأعضاء فتتقوهم بإظهار الموالاة من غير اعتقاد لها وهذا هو ظاهر ما يقتضيه اللفظ وعليه الجمهور من أهل العلم**(۴۴) یعنی اگر تمہیں اپنی جان یا جسمانی اعضاء کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو اور پھر تم ان سے دوستی اور تعاون کے اظہار کے ذریعے اپنے آپ کو ان کی چیرہ دستیوں سے بچالو تو اس میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ تم اس طرز عمل کی صحت کا اعتقاد اپنے دل میں پیدا نہ کرو۔ آیت کے الفاظ کے ظاہر کا یہی تقاضا ہے اور جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں اکثر علماء کرام نے دیگر مذاہب کے ساتھ موالات قائم کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے نہیں بلکہ پس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ گویا کفار سے دوستی کرنا قرآن مجید کے احکامات سے روگردانی کرنا ہے۔ لیکن جب اسلامی تعلیمات کو

---

۴۲ الازہری، **ضیاء القرآن**، ۱:۴۰۵۔

۴۳ آل عمران، ۳:۲۸۔

۴۴ الجصاص، احمد بن علی، **احکام القرآن** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء)، ۲:۲۸۹۔

معروضی انداز سے دیکھا جائے تو ایک طرف اسلام اہل کتاب کے ساتھ موالات یعنی قلبی رشتہ استوار کرنے سے روکتا ہے۔اور دوسری طرف انہی سے نکاح وبعام کی اجازت بھی دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ :اَلۡيَوۡمَ اُحِلَّ لَـكُمُ الطَّيِّبٰتُ‌ؕ وَطَعَامُ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡـكِتٰبَ حِلٌّ لَّـكُمۡ ۖ وَطَعَامُكُمۡ حِلٌّ لَّهُمۡ‌ ۖ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡـكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ وَلَا مُتَّخِذِىۡۤ اَخۡدَانٍ‌ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ (۴۵)آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے۔اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔اور جو کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کا سارا کا سارا کارنامہ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہو گا۔

مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۹۷-۱۹۰۴ء) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :

> جس طرح تمہارے لیے شریف اور پاک دامن مسلمان عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح شریف اور پاک دامن کتابیات سے بھی نکاح جائز ہے۔ یہاں لفظ 'محصنات' استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ قرآن میں تین معنوں میں آیا ہے۔اور ہم اس کے تینوں معنوں کی وضاحت دوسرے مقام میں کر چکے ہیں۔ یہاں قرینہ دلیل ہے کہ اس سے مراد باعزت، شریف اور اچھے اخلاق کی عورتیں ہیں۔یعنی یہ اجازت مشروط ہے۔اس شرط کے ساتھ کہ یہ عورتیں بد چلن، پیشہ ور، آوارہ اور بد قوارہ نہ ہوں۔ جس طرح تمہارے لیے ان کے دستر خوان کی صرف طیبات جائز ہیں اسی طرح ان کی عورتوں میں سے صرف محصنات جائز ہیں۔(۴۶)

اس آیت اور اس کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ اسلام اہل کتاب کے ساتھ بعام و نکاح کی مکمل اجازت دیتا ہے۔ لہذا فطرتِ انسانی کے پیشِ نظر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس سے نکاح کیا جائے اس کے ساتھ قلبی میلان ہی پیدا نہ ہو۔تاہم دیگر مذاہب سے ترکِ موالات سے ایک بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے کہ موالات کے حکم کا تعلق عام حالات سے ہے یا مخصوص اور متعین حالات سے ؟دوسرے الفاظ میں موالات سے متعلق آیات میں زمان و مکان کے فرق کے بغیر دیگر مذاہب کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی عمومی نوعیت کو اصولی سطح پر زیر بحث لایا گیا ہے یا ان میں صرف ایک استثنائی نوعیت کا بیان ہے ؟دیگر مذاہب کے ساتھ ترکِ موالات کے سلسلے میں علماء کرام کی اکثریت موالات سے متعلق آیات میں عمومی نوعیت کے بیان کے قائل ہیں۔اسی لیے وہ ان آیات کا اطلاق زمان و مکان کے فرق کے بغیر تمام غیر مسلموں پر یکساں کرتے ہیں، کیونکہ قرآن وسنت میں مسلمانوں کو شدت کے ساتھ ان کو اپنا دوست بنانے اور دلی تعلق قائم کرنے سے روکا گیا ہے۔ در حقیقت موالات کی یہ تشریح انسانی عقل اور فطرت دونوں سے معارضہ کرتی ہے، کیونکہ اسلام میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جس پر عہدِ صحابہ سے لے کر آج تک عمل ہوتا چلا آرہا ہے ۔انسان فطری طور پر اپنی بیوی اور ماں سے قلبی میلان اور دلی محبت قائم کرنے پر مجبور ہے۔تاہم یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس صورت میں اسلام ایک مسلمان کو اپنی غیر مسلم بیوی یا ماں سے محبت کرنے سے روک دے گا یا پھر وہ صرف ظاہری خوش خلقی (مدارات) کا معاملہ کرنے کی تعلیم

---

۴۵ المائدہ ۵:۵۔

۴۶ اصلاحی، مولانا امین احسن، **تدبر قرآن** (لاہور: فاران فاؤنڈیشن ۲۰۰۹ء)، ۲: ۴۶۵۔

دے گا؟ اگر ظاہری خوش خلقی کا حکم دے تو کیا ایسی صورت میں خوشگوار ازدواجی زندگی کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟ دوسری طرف اسلام ایک فطری دین ہونے کی بناء پر تمام فطری تقاضوں کا احاطہ کرنے کا داعی بھی ہے۔

اگر قرآن مجید میں مذکور دیگر مذاہب کے ساتھ ترکِ موالات کے حکم کو تمام مسلمانوں اور عام حالات کی بجائے زمان و مکاں اور متعینہ حالات کے پیشِ نظر مخصوص افراد کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو پھر ترکِ موالات سے متعلق جو سوالات جنم لیتے ہیں۔ان کا تسلی بخش اور قابلِ فہم جواب دیا جاسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ترکِ موالات کے متعلق آیات کا تعلق نہ تو تمام مسلمانوں سے ہے اور نہ ہی تمام غیر مسلموں سے۔ بلکہ ان آیات کے اصل مخاطب وہ مسلمان ہیں، جو دیگر مذاہب میں سے کسی ایک جماعت کے ساتھ میدانِ جنگ میں نبرد آزما ہونے کے لیے مد مقابل کھڑے ہو۔ اور وہ جنگ خالص اسلامی بنیادوں پر لڑی جارہی ہو۔ یعنی وہ حقیقی معنوں میں اسلام کے کلمے کی حفاظت اور سربلندی کے لئے لڑی جارہی ہو، نہ کہ صرف اپنے قومی مقاصد و مفادات کے لیے۔ لہذا ترک موالات کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے شراب کی حرمت کا۔ مثلاً قرآن مجید کے **ایک مقام پر** ایک حکم اس طرح ہے کہ :يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (۴۷) پوچھتے ہیں: شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟: ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔

دوسرے مقام پر نماز کے وقت شراب پینے سے روکا گیا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (۴۸) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ **تیسری جگہ** شراب کو شیطان کا عمل قرار دے کر اس سے دور رہنے کا حکم دیا :يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۴۹) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امیّد ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

لہذا قرآن مجید میں مذکور شراب سے متعلق تمام آیات کو اگر ان کے سیاق وسباق اور پس منظر سے علیحدہ کر کے حرام قرار دینے کی کوشش کی جائے تو شراب کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ جب تک شراب سے متعلق آیات کو ان کے حقیقی پس منظر میں رکھ کر ناسخ و منسوخ کا حکم نہ لگایا جائے، اس وقت تک اس کی حرمت کو ثابت نہیں ہوگی۔ بعینہ اسی طرح ترکِ موالات کی آیات کو ان کے پس منظر یا شان نزول کے ماتحت رکھ کر ہی صحیح مفہوم نکالا جاسکتا ہے۔ وہ یہ موالات کی آیات کا تعلق ایک خاص حالت اور صورتحال کے ساتھ ہے اور ان کا اطلاق بھی خاص افراد پر ہوتا ہے۔

اس بات کو قرآن مجید نے ایک دوسرے مقام پر اس طرح واضح کیا ہے کہ :يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۵۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے پیش

---

۴۷ البقرہ، ۲: ۲۱۹۔

۴۸ النسآء، ۴: ۴۳۔

۴۹ المآئدہ، ۵: ۹۰۔

۵۰ المآئدہ، ۵: ۵۷۔

رو اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تفریح کا سامان بنالیا ہے، انہیں اور دوسرے کافروں کو اپنا دوست اور رفیق نہ بناؤ۔ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ اس آیت مبارکہ کی تشریح سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں صرف ان یہود و نصاری اور دیگر غیر مسلموں کو اپنا دوست بنانے کی ممانعت ہے، جو علی الاعلان اسلام کا مذاق اڑاتے اور مسلمانوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۹۷-۱۹۰۴ء) لکھتے ہیں کہ :

> مؤمنون کا لفظ اگرچہ بظاہر عام ہے لیکن مراد اس سے خاص طور پر وہ مسلمان ہیں جو ابھی پوری طرح یکسو نہیں ہوئے تھے، بلکہ کچھ اپنے ذاتی مصالح کی وجہ سے اور کچھ اسلام کے مستقبل کے بارے میں ۔۔۔ غیر مطمئن ہونے کے باعث یہود کی طرف میلان رکھتے تھے۔ اور یہود اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں کرتے تھے۔ اس میں وہ ان کو آلہ کار بنا لیتے تھے اور یہ ان کا آلہ کار بن جاتے تھے۔ یعنی کافروں کے ساتھ صرف اس قسم کی موالات ناجائز ہے جو مسلمانوں کے بالمقابل اور ان کے مفاد اور مصالح کے خلاف ہو۔ (۵۱) تاہم مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۹۷-۱۹۰۴ء) سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۸ کے تحت اپنے موقف کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ ممانعت تمام کفار کے حق میں نہیں بلکہ صرف ان کے حق میں ہے جنہوں نے دین کے معاملے میں تم (مسلمانوں) سے جنگ کی، اور تم (مسلمانوں) کو جلاوطن کیا۔ (۵۲)

پیر کرم شاہ الازہری (۱۹۹۸-۱۹۱۸ء) نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۲۸ کے تحت اس بات کو یوں بیان کیا ہے کہ : یہ آیت وہ ستون ہے جس پر اسلامی حکومت کی خارجہ پالیسی کا دارومدار ہے۔ اپنی اس اہمیت کے پیش نظر یہ بہت غور و تدبر کی مستحق ہے۔ تاکہ ہم اس اہم حکم کی تعمیل میں اسے صحیح نہ سمجھنے کے باعث کسی غلطی کا شکار نہ ہو جائیں ۔۔۔ کہ کفار کے ساتھ ایسے دوستانہ مراسم کہ انہیں اپنے سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا جائے اور ہر بات میں انہیں کے مشورہ پر اعتماد کیا جائے، اسے قرآن حکیم نے قطعاً ممنوع قرار دے دیا ہے ایسا رویہ اختیار کرنا کسی آزاد قوم اور آزاد حکومت کے شایان شان نہیں بلکہ حقیقت میں ذہنی غلامی کا یہ دوسرا نام ہے جسے غیرت اسلام برداشت نہیں کر سکتی۔ (۵۳) مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن مجید میں دیگر مذاہب کے ساتھ ترکِ موالات کا حکم ایک خاص تناظر میں ہے۔ جس کو عام حالات میں تمام افراد پر یکساں نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اسلام جہاں مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ نکاح و طعام کی اجازت فراہم کرتا ہے وہاں ان کے ساتھ قلبی رشتہ یعنی موالات کا تعلق رکھنے پر بھی کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ لہذا دینِ اسلام تمام فطری تقاضوں کو ہمہ وقت پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۳. خلاصہ بحث

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے بین المذاہب تعلقات کی بنیادی چار جہات ملتی ہیں۔ جن میں سے پہلی موالات یعنی قلبی تعلق یا قلبی محبت کی جہت ہے، جو مخصوص تناظر میں مخصوص افراد کے ساتھ رکھنا حرام اور ناجائز ہے جبکہ عام حالات میں جائز ہے۔ دوسری مدارات یعنی ظاہری خوش خلقی اور حسن سلوک کی جہت ہے، جو دفع ضرر رسائی، دعوتِ دین اور مہمان نوازی کی صورت میں جائز ہے لیکن ذاتی مفاد اور لالچ کے لیے قطعی طور

---

۵۱ اصلاحی، **تدبر قرآن**، ۲:۶۷ ۔

۵۲ اصلاحی، **تدبر قرآن**۔ ۸:۳۳۴ ۔

۵۳ الازہری، **ضیاء القرآن**، ۱:۲۱۸-۹۔

پر ممنوع ہے۔ تیسری جہت مواسات یعنی احسان اور ہمدردی کی ہے جو نہ صرف جائز ہے بلکہ انتہائی قابل تعریف امر ہے۔تاہم دیگر مذاہب کے ساتھ احسان اور نیکی کا معاملہ کرنا تو بری بات نہیں لیکن ایسا تعلق جس سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جائز نہیں ہے۔ چوتھی جہت معاملات یعنی باہمی لین دین کی ہے جو تمام مسلمانوں کے لیے،ان سے تجارت، لین دین یا دوسرے دنیوی معاملات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر وہ معاملات کفار کے عروج اور مسلمانوں کے زوال کا سبب بنتے ہو تو لین دین کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

کتابیات

ابن القیم، محمد بن ابی بکر، **احکام اہل الذمۃ** (بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۸ھ)۔

ابن بطال، علی بن خلف، **شرح صحیح بخاری لابن بطال** (الریاض: مکتبۃ الرشد، ۲۰۰۳ء)۔

ابو داؤد، **سنن ابو داؤد** (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س-ن)۔

الازہری، پیر کرم شاہ، **ضیاء القرآن** (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)۔

اصلاحی، مولانا امین احسن، **تدبر قرآن** (لاہور: فاران فاونڈیشن ۲۰۰۹ء)۔

البخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (مصر: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)۔

پانی پتی، محمد ثناء اللہ، **التفسیر المظہری** (الباکستان: مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۹۹۲ء)۔

تھانوی، مولانا اشرف علی، **بیان القرآن** (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن)۔

الجصاص، احمد بن علی، **احکام القرآن** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء)۔

الجصاص، احمد بن علی، **احکام القرآن** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۱۳ء)۔

دریاآبادی، عبد الماجد، **تفسیر ماجدی** (لاہور: پاک کمپنی، ۱۹۴۴ء)۔

العینی، محمود بن احمد، **عمدۃ القاری** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء)۔

القرطبیؒ، محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن** (القاہرۃ: دار الکتب المصریہ، ۱۹۶۴ء)۔

مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن** (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۹ء)۔

مودودی، سید ابوالاعلیٰ، **تفہیم القرآن** (لاہور: ترجمان القرآن، ۱۹۹۹ء)۔

النسفی، عبداللہ بن احمد، **مدارک التنزیل وحقائق التاویل** (بیروت: دار الکلم الطیب، ۱۹۹۸ء)۔